تحقیق وتنقید

پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی

'غلام احمد پرویز: اپنے الفاظ کے آئینے میں' اور طلوعِ اسلام

سالِ رواں کے پہلے ماہ کے پہلے دن، میری ایک تصنیف ...... جناب غلام احمد پرویز، اپنے الفاظ کے آئینے میں...... منظر عام پر آئی۔ ۳۱/ مارچ ۲۰۰۶ء کو ہفت روزہ 'فرائیڈے اسپیشل' (کراچی) نے ،اور ۱۶ تا ۳۱/ مارچ کے پندرہ روزہ 'انکشاف' (اسلام آباد) نے اس کتاب پر تبصرہ کیا۔ اِن دونوں کے علاوہ کسی اخبار او ر رسالہ میں اس پر تبصرہ تا حال پیش نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ ماہنامہ 'محدث' میں بھی جس میں میری نگارشات مسلسل چھپ رہی ہیں،اس کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس کے باوجود انگریزی محاورہ کے مطابق 'گرم کیک' کی طرح یہ کتاب خریداروں کے ہاتھوں میں پہنچتی رہی اور اب اس کی اشاعتِ ثانیہ کا مرحلہ درپیش ہے۔ کتاب کی اس قدر مقبولیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے حضور سربسجود ہوں۔

میری یہ خواہش تھی کہ کوئی اور ادارہ کتاب پر تبصرہ کرے یا نہ کرے، لیکن طلوعِ اسلام کی طرف سے تبصرہ ضرور آنا چاہیے۔ الحمد للہ کہ میری یہ خواہش برآئی اور پانچ ماہ کے بعد جون ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں 'تبصرۂ کتب' کے کالم میں نہیں، بلکہ 'شمع اخیر شب' کے زیرعنوان مقالہ نگار نے تنقیدی تبصرہ رقم فرمایا ہے۔

اس کتاب کے حرفِ اوّل میں، میں نے یہ لکھا تھا کہ اس کی اشاعت پر تین مختلف طبقات کی طرف سے تین جداگانہ ردّعمل ظاہر ہوں گے۔ اور میری عین توقع کے مطابق، ٹھیک ایسا ہی ہوا۔ تینوں طبقوں کے متعلق میں نے یہ لکھا تھا:

"① وہ طبقہ جو قرآن وسنت کی حجیت کا قائل ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اطاعتِ خداوندی، اطاعتِ رسولؐ کے بغیر ممکن نہیں ہے، وہ اسے اپنے دل کی آواز سمجھے گا اور ذہن و دماغ اور قلب وروح کی پوری آمادگی کے ساتھ مصنف کی تائید کرے گا اور اس کے ہم قدم وہم رکاب رہیگا۔

www.KitaboSunnat.com

② دوسرا وہ گروہ جو طلوعِ اسلام کے لٹریچر کا سطحی اور یک طرفہ مطالعہ کرکے، اس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرکے مطمئن ہوچکا ہے، وہ اس کتاب کو پڑھ کر تذبذب کے دوراہے پر کھڑا سوچ رہا ہوگا کہ کون سا راستہ صحیح ہے اور کون سا غلط؟ ایک طرف اگر وہ پرویز صاحب کی شگفتہ تحریر سے متاثر ہوکر 'مفکر ِقرآن' کے خلوصِ قلب کا قائل ہوچکا ہے تو دوسری طرف اس کتاب کا حقائق پر مشتمل مواد اُس کی اِس عقیدت پر سخت چوٹ لگائے گا جو پرویز صاحب کے لئے اس کے سویدائے قلب (دل کا سیاہ نشان) میں پیدا ہوچکی ہے۔ تذبذب کے اس دوراہے پر کسی بھی راستے پر پیش قدمی کرنے سے پہلے اگر اس نے تحقیق سے کام لیا اور جن کتب و رسائل کے حوالے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں، ان تک رسائی پاکر حقیقتِ حال کو جاننے کی کوشش کی، تو وہ مصنف کی تحقیق کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا اور بالآخر کرگسوں کی صحبت میں پلنے والا یہ فریب خوردہ شاہین اپنے اصل مقام کی طرف پلٹ کر راہ و رسم شہبازی اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔

③ تیسرا ٹولہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو سالہا سال سے طلوعِ اسلام کے لٹریچر کا یک رُخا مطالعہ کرکے ہر اس جماعت اور ہر اُس فرد کے خلاف اپنے سینوں میں کینہ و کدورت پیدا کرچکے ہیں جس کے خلاف ایسا کرنا طلوعِ اسلام کا نصب العین بن چکا ہے۔ یہ لوگ، اپنے مسلک کی حمایت اور اپنے فکری مخالفین کی مخالفت میں، اپنے قلوب و نفوس میں شدید حمیتِ جاہلیہ، سنگین تعصب اور سخت ضد پیدا کرچکے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اس کتاب کے مطالعہ کا وہی اثر ہوگا جو نزولِ قرآن نے مشرکینِ عرب کی ذہنیتوں پر کیا تھا: ﴿وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ اس کتاب کے مطالعہ سے ان کی چیخیں نکل جائیں گی، وہ چلائیں گے، شور مچائیں گے، سب وشتم اور دشنام طرازی پر اُتر آئیں گے اور یہ کہہ کر آسمان سر پر اٹھالیں گے:

دیکھنا، لینا، پکڑنا، دوڑنا، جانے نہ پائے
لے چلا، میری شکیبائی◉ وہ کافر لے چلا①

اس آخری ٹولے نے بھی پہلے دو طبقوں کی طرح، ٹھیک وہی ردّعمل ظاہر کیا ہے، جس کی مجھے توقع تھی، چیخنے چلانے، شور مچانے اور سب وشتم پر اُتر آنے کا یہ ردّعمل، طلوع اسلام

---

① کتاب (زیربحث)، ص۳۳ تا ۳۵ ◉ تحمل و بردباری

☆ چونکہ کتاب 'جناب غلام احمد پرویز، اپنے الفاظ کے آئینے میں' بہت لمبا نام ہے، اس لئے اس کی جگہ حوالوں میں صرف 'کتاب (زیربحث)' اور مکرر حوالہ کی صورت میں ایضاً صفحہ...... لکھا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

جون ۲۰۰۶ء میں ظاہر ہوا ہے۔ اس گروہ کے متعلق میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ

''مجھے یہ بھی پیشگی اندازہ ہے کہ اس کتاب کے مواد کے بارہ میں وابستگانِ طلوعِ اسلام کی طرف سے یہ کہا جائے گا (جیسا کہ یہ اکثر کہا کرتے تھے) کہ پرویز صاحب (یا طلوعِ اسلام) کی عبارت کو توڑ مروڑ کر لکھا گیا ہے۔''②

میرا یہ انداز بھی سو فیصد درست ثابت ہوا، اور مقالہ نگار ٹھیک وہی کچھ لکھتے ہیں جس کی مجھے توقع تھی، وہ فرماتے ہیں:

''پرویز صاحب یا طلوعِ اسلام کے اقتباسات توڑ مروڑ کر، اور سیاق وسباق سے علیحدہ کرکے پیش کئے جاتے ہیں۔''③

حالانکہ جہاں میں نے یہ پیشگی اندازہ رقم کیا تھا، وہیں اس کے متصل ہی میں نے یہ بھی عرض کردیا تھا کہ

''جو شخص یہ بات کہے، اس سے کہیے کہ جو اقتباسات اور حوالے اس کتاب میں شائع کئے گئے ہیں، وہ ان سے متعلقہ کتب ومجلّات کو لے آئے اور اسکے بعد آپ کو بتائے کہ کہاں الفاظ کو توڑا مروڑا گیا ہے اور کہاں عبارات کو غلط پیش کیا گیا ہے۔ آپ اسکا شدت سے مطالبہ کیجئے آپ دیکھیں گے کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل بھی پیش نہیں کرسکیں گے۔''④

اسی گروہ کے متعلق میں نے قیاساً یہ بھی لکھا تھا کہ

''اس ٹولے کے افراد، کتاب میں موجود واقعات و دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے اُلٹا یہ شور مچائیں گے کہ یہ پرویز صاحب کی کردار کشی ہے۔''⑤

مقالہ نگار کا پورا مضمون ٹھیک اسی چیز کی تائید کررہا ہے جو اس گروہ کے متعلق میں نے قیاس کیا تھا۔

مندرجاتِ کتاب اور مقاماتِ تنقید

اس ابتدائی تمہید کے بعد اب میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میری کتاب کے گیارہ ابواب میں سے کس باب کے کن مقامات پر، مقالہ نگار نے کیا اعتراضات کئے ہیں:

② ایضاً، ص ۳۶
③ طلوع اسلام، جون ۲۰۰۶ء، ص ۷
④ کتاب (زیر بحث)، ص ۳۶
⑤ ایضاً، ص ۳۵

www.KitaboSunnat.com

باب نمبرا: پہلے باب کا عنوان ہے۔'دل اور زبان میں عدمِ موافقت' اس باب میں، میں نے ٹھوس دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے قبل، اگرچہ پرویز صاحب قرآنِ مجید کے ساتھ حدیثِ رسولؐ اور کتاب اللہ کے ساتھ، سنتِ نبویؐ کا نام لیتے رہے ہیں، مگر اس دور میں بھی، ان کی زبان وقلم، ان کے دل کی رفیق نہ تھی۔ وہ جو کچھ اپنے لسانِ قلم سے پیش کر رہے تھے، وہ اُن کا قلبی عقیدہ نہ تھا اور جو کچھ فی الواقعہ عقیدۃً ان کے قلب میں تھا، وہ اسے مصلحتاً مکتوم ومخفی رکھنے پر مجبور تھے۔ وہ حدیثِ رسول اور سنت نبویؐ کو حجت وسند نہ مانتے ہوئے بھی جس مجبوری کے تحت ان کا نام لے رہے تھے، اسے بھی اس باب میں واضح کردیا گیا ہے۔ اور یوں 'مفکرِ قرآن' صاحب، قلب وزبان کی اس مغایرت کے باعث، اُس زمانے میں بھی، جادۂ کذب وزُور پر گامزن تھے۔

باب نمبر۲: دوسرے باب میں (جس کا عنوان 'خارزارِ تضاداتِ پرویز' ہے) میں نے تفصیل سے یہ واضح کیا ہے کہ ان کی نگارشات، تضادات وتناقضات سے اٹی پڑی ہیں۔

(الف) اس وسیع خارزارِ تضادات میں سے دس مثالیں اس بات کو واضح کردیتی ہیں کہ تقسیم برصغیر سے قبل اور بعد میں ان کے موقف میں صریح تضادات اور واضح تناقضات پائے جاتے ہیں۔ ان دس مثالوں میں سے کسی ایک مثال پر بھی، مقالہ نگار کو اعتراض یا تردید کی جرأت نہیں ہوسکی۔ الحمدللہ علی ذٰلك

(ج) اس کے بعد پرویز صاحب کے اُن پانچ تضادات کو پیش کیا گیا ہے جو ان کی ۱۹۴۷ء کے بعد کی نگارشات میں موجود ہیں، ان میں سے تین تضادات پر اعتراض کی کوئی گنجائش مقالہ نگار کو نہ مل سکی۔ البتہ دو تضادات پر اُنہوں نے اعتراض فرمایا ہے......

دو اعتراضات

آخری پانچ امثلۂ تضادات میں سے تیسری اور چوتھی مثال پر مقالہ نگار کے اعتراض کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

زیر اعتراض پہلا تضاد یہ ہے کہ طلوعِ اسلام کے ایک مقام پر حضرت معاویہؓ کو کاتبِ وحی قرار دیا گیا ہے اور دوسرے مقام پر اُن کے کاتبِ وحی ہونے کی نفی کی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

زیر اعتراض دوسرا تضاد حضرت سلمان فارسیؓ کی ذات کے بارے میں ہے۔ ایک مقام پر ان کی تاریخی شخصیت کی نفی کی گئی ہے اور اُنہیں ایک فرضی اور من گھڑت شخصیت قرار دیا گیا ہے، جبکہ دوسرے مقام پر ان کی شخصیت ہی کا نہیں، بلکہ صحابیت کا بھی اثبات کیا گیا ہے۔

میں نے ان دونوں مثالوں کے بارے میں اپنی کتاب (زیر بحث) میں یہ وضاحت بھی کردی تھی کہ

''تیسری اور چوتھی مثال میں، جو تحریری ثبوت پیش کئے گئے ہیں، وہ اگرچہ پرویز صاحب کے الفاظ میں نہیں ہیں، لیکن ان کے متعلق، طلوعِ اسلام (یا خود پرویز صاحب) نے کسی اختلافی نوٹ کو ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے اُنہیں پرویز صاحب ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ اُنہیں کا یہ اصول ہے کہ کسی چیز کو بلا اختلافی نوٹ کے شائع کرنا دلیل موافقت قرار پاتا ہے۔[6]

تضاداتِ پرویز کی ان دونوں مثالوں پر، مقالہ نگار نے دو اعتراضات پیش فرمائے ہیں:

پہلا اعتراض

طلوعِ اسلام کے جس اقتباس میں حضرت سلمان فارسیؓ کو تاریخی اعتبار سے ایک وضعی شخصیت قرار دیا گیا ہے، اس کا حوالہ 'طلوعِ اسلام' نومبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۴۹ دیا گیا ہے، جبکہ اس مقام پر ایسا کوئی اقتباس موجود نہیں ہے۔ چنانچہ مقالہ نگار نے اپنے تنقیدی مضمون کے آخر میں محولہ بالا صفحہ کا عکس بھی پیش کیا ہے۔

یہ اعتراض بالکل بجا ہے۔ کیونکہ کتاب میں، احتیاط کے باوجود حوالہ غلط درج ہوگیا ہے۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔ بہرحال یہ اقتباس فی الواقعہ طلوعِ اسلام ۱۹۵۴ء کے شمارہ میں صفحہ ۴۹ پر موجود ہے جس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ میں مقالہ نگار کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس لغزش کی نشاندہی کی۔

دوسرا اعتراض

دوسرا زیر اعتراض اقتباس وہ ہے جس میں حضرت معاویہؓ کے کاتبِ وحی ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ معترض کا اعتراض یہ ہے کہ مصنف کتاب نے جو یہ کہا ہے کہ...... ''طلوعِ اسلام (یا

⑥ کتاب (زیر بحث) ص ۸۵

www.KitaboSunnat.com

پرویز صاحب) نے کسی اختلافی رائے کو ظاہر نہیں کیا۔'' تو یہ بات غلط ہے کیونکہ مضمون کے آخر میں 'استدراک' کے زیرعنوان، بایں الفاظ یہ اختلافی نوٹ موجود ہے:

''اس مقالہ میں جس قدر حصہ تاریخ سے متعلق ہے، ظاہر ہے کہ اسے یقینی نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے اسے احتیاط سے قبول کرنا چاہئے۔ یہ احتیاط، اس وقت اور بھی ضروری ہوجاتی ہے جب معاملہ صحابہ کبار کے متعلق ہو۔ اس سلسلہ میں ہم طلوعِ اسلام میں بڑی تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اور وہ مباحث اب 'قرآنی فیصلے' (جلد دوم) میں درج ہوگئے ہیں، جنہیں اس موضوع کی تفصیلات سے دلچسپی ہو، وہ اسے وہاں دیکھ سکتے ہیں۔''⑦

اس اقتباس میں، ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے کاتب وحی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ایک حرف بھی موجود نہیں ہے۔ صرف یہ 'وعظ' موجود ہے کہ تاریخ سے متعلقہ حصہ غیر یقینی ہے، اس لئے اسے احتیاط سے قبول کرنا چاہئے۔ یہ احتیاط اُس وقت اور بھی ضروری ہوجاتی ہے جب معاملہ کبار صحابہ کے متعلق ہو۔ لیکن مقالہ نگار صاحب محض میری مخالفت میں، اسے حضرت معاویہؓ کے کاتبِ وحی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں 'اختلافی رائے' قرار دیتے ہیں اور پھر اس فاسد پر ایک اور فاسد کا یہ کہہ کر اضافہ فرماتے ہیں کہ

''ملاحظہ فرمایا آپ نے، پروفیسر موصوف کا دعویٰ تھا کہ طلوعِ اسلام یا پرویز صاحب نے کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھا، اس لئے اسے پرویز صاحب سے منسوب کیا گیا ہے۔ آپ ذرا اس دریافت کو ملاحظہ فرمائیے۔ مستشرقین کی کتابیں بھی اسلام پر تنقید سے مملو ہوتی ہیں، مگر آج تک کسی مستشرق نے بھی اس قسم کی علمی خیانت کا مظاہرہ نہیں کیا جس کا اظہار پروفیسر موصوف نے کیا ہے۔''⑧

استدراک کے زیرعنوان، طلوع اسلام نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵۷ پر موجود عبارت کو (جو قطعی طور پر حضرت معاویہؓ کے کاتبِ وحی ہونے یا نہ ہونے سے غیر متعلق ہے) محض سینہ زوری سے 'اختلافی رائے' قرار دے کر مقالہ نگار کا 'اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے' کا مصداق بننا، واقعی قابل داد ہے۔ مستشرقین نے ایسی 'علمی خیانت' کا مظاہرہ کیا ہے یا نہیں لیکن مقالہ نگار نے اصل مسئلہ

---

⑦ طلوع اسلام، جون ۲۰۰۶ء، + نومبر ۱۹۶۴ء، ص ۵۷

⑧ طلوع اسلام، جون ۲۰۰۶ء، ص ۱۰

www.KitaboSunnat.com

سے قطعی غیر متعلقہ عبارت کو 'اختلافی رائے' ظاہر کر کے جس علمی خیانت کا مظاہرہ فرمایا ہے، وہ تو ہم سب کے سامنے ہی ہے۔ پھر عدل و انصاف اور امانت و دیانت کا یہ معیار بھی ہمارے سامنے ہی ہے کہ مقالہ نگار صاحب ایک طرف تو مصنفِ کتاب پر 'علمی خیانت' کا من گھڑت اور جھوٹا الزام عائد کرتے ہیں اور دوسری طرف اُس 'مفکر قرآن' کی حمایت میں کاغذ سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ، اپنا نامہ اعمال بھی سیاہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، جس کی واضح علمی خیانتوں، دروغ گوئیوں، فریب کاریوں اور بہتان تراشیوں کو مصنفِ کتاب نے بے نقاب کر ڈالا ہے۔

بہرحال اب ظاہر ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے کاتبِ وحی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق کوئی ایسا اختلافی نوٹ سرے سے موجود ہی نہیں ہے تو اسے ان دلائل کی بنا پر جو میری کتاب (زیر بحث) کے صفحہ ۹۵ اور ۹۶ پر موجود ہیں، اُنہیں پرویز صاحب کی طرف منسوب کرنا، کوئی بے جا بات نہیں ہے۔

باب نمبر ۳: تیسرے باب میں 'مفکرِ قرآن' صاحب کے چند صریح جھوٹ' پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا جھوٹ وہ ہے جسے برسوں سے پھیلایا جارہا ہے اور جس میں طلوعِ اسلام کے قارئین کو یہ جھوٹا یقین دلایا جاتا ہے کہ ''پرویز صاحب برصغیر کے پہلے 'قرآنی مفکر' تھے جن کے دلائل کے نتیجے میں (۱۹۳۵ء کے مقدمہ بہاولپور میں) قادیانیوں کو سرکاری سطح پر کافر قرار دیا گیا تھا'' ...... میں نے ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ سے ۱۲۶ تک، اس دروغ کی قلعی کھولی ہے اور مقالہ نگار کتاب میں موجود دلائل میں سے کسی ایک کی بھی تردید نہیں کرپائے۔ پھر اس جھوٹ کے اندر بھی، کئی ذیلی جھوٹ داخل ہیں۔ اس کے بعد 'مفکر قرآن' کا ایک اور سہ گونہ جھوٹ، مع ثبوت و دلائل پیش کیا گیا ہے۔ جس کے پیکرِ زور سے ایک چوتھا جھوٹ بھی نمودار ہوا۔ اس باب میں مذکور، کسی واقعہ اور کسی دلیل کی تغلیط کی جرأت، مقالہ نگار کو نہ ہوسکی۔ الحمد للہ علی ذلك

باب نمبر ۴: چوتھے باب کا عنوان ہے...... 'مغالطہ آرائیاں، خیانت کاریاں، فریب انگیزیاں' اس باب میں 'مفکرِ قرآن' صاحب کے دجل وفریب، خیانت و بددیانتی کی سات

www.KitaboSunnat.com

مثالیں نہایت قوی دلائل و براہین کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی تردید کی جرأت، کارپردازانِ طلوع اسلام میں سے کسی کو نہ ہوسکی اور مقالہ نگار بھی کوئی اعتراض نہ کر پائے۔ الحمدلله علی ذلك

باب نمبر ۵: پانچویں باب کا عنوان ہے...... 'جھوٹے الزامات، افتراءات اور بہتانات'

اس باب میں، علمائے کرام، علمائے احناف، علمائے اہل حدیث، سید مودودیؒ، علامہ اقبالؒ، امام شافعیؒ، قرآنِ مجید، حضرت محمد ﷺ پر اُن تُہم و بہتانات کو مفصل اور مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے، جس کا ارتکاب 'مفکر قرآن' کرتے رہے ہیں۔ اور حدیثِ رسولؐ کو جس طرح تضحیک واستخفاف کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ایک مثال اس کی بھی پیش کی گئی ہے اور آخر میں مولانا مودودیؒ کے بارے میں پرویز صاحب کے تین دعاوی کا مختصر مگر مدلل جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

اس پورے باب میں 'مفکرِ قرآن' کے جن بہتانات وافتراءات کو جن دلائل و براہین کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، ان میں سے کسی ایک کی بھی تردید کی ہمت، مقالہ نگار کو نہیں ہوسکی۔ الحمد لله علی ذلك

باب نمبر ۶: میری کتاب کے چھٹے باب کا عنوان ہے...... 'ناپ تول کے دُہرے معیار'۔

اس باب میں، میں نے 'مفکر قرآن' صاحب کے دُہرے معیار کی سات مثالیں پیش کی ہیں، جن میں سے دو مثالیں تو وہ ہیں جو چوتھے باب میں مذکور ہیں۔ ان ساتوں مثالوں کو دلائل سے واضح کیا ہے۔ مزید برآں اس باب میں اس امر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ 'مفکر قرآن' صاحب نے (مغربی اقدار و اطوارِ معاشرت اور نظامِ اشتراکیت کی باہمی پیوندکاری کے نتیجہ میں) جو 'انقلابی اسلام' قرآنِ مجید سے نچوڑا ہے، وہ چونکہ محمد رسول الله والذین معه کے حقیقی اسلام کے مخالف اور 'مدمقابل اسلام' کی حیثیت سے سامراجی مقاصد کے لئے مفید وکارآمد ہے، اس لئے وہ کس طرح اپنی پشت پر مغربی حمایت ومعاونت کو موجود پاتا ہے، اور مغرب کے لادین سکالر، سیکولر دانشور، یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان، 'مفکر قرآن' کی 'قرآنی خدمات' پر اُنہیں خراجِ تحسین پیش فرماتے ہیں، اور طلوعِ اسلام اور اس کے وابستگان، عالم کفر میں پرویز صاحب کی اس پذیرائی پر خوشی سے نہال ہیں کہ چلو عالم اسلام میں نہیں، تو

www.KitaboSunnat.com

عالم کفر میں تو 'مفکر قرآن' صاحب کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مقالہ نگار اس باب کی کسی مثال اور کسی دلیل کی بھی تردید نہیں کر پائے۔ الحمد للہ

باب نمبر ۷: ساتویں باب میں، جو 'تائیدِ باطل کا رویۂ پرویز' کے زیرعنوان ہے، دو ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جن میں 'مفکر قرآن' صاحب مولانا مودودیؒ کی مخالفت اور عداوت وعناد کے جوش میں ہوش سے عاری ہوکر، دو باطل اُمور کی تائید پر تُل جاتے ہیں۔ مقالہ نگار نہ تو ان دونوں مثالوں، اور نہ ہی ان کے دلائل کی تردید کرسکے ہیں۔ الحمد لله على ذلك

باب نمبر ۸: آٹھویں باب کا عنوان ہے۔ 'تخیلاتی مقصود اور حکمتِ عملی' اس باب میں ایک ایسی اُصولی حقیقت پیش کی گئی ہے، جس پر سلف وخلف اور ہر عصر ومصر کے علماء وفقہا متفق ہیں۔ ہماری زبان میں، اسے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

> ''ایک اُصول کو قائم کرنے پر ایسا اصرار، جس سے اس اُصول کی نسبت، بہت زیادہ اہم دینی مقاصد کو نقصان پہنچ جائے، حکمتِ عملی ہی نہیں، حکمتِ دین کے بھی خلاف ہے۔''[⑨]

اسی اُصولی حقیقت کے تحت کئی ذیلی حقیقتیں، مثلاً اختيار أهون البليتين وغیرہ سمٹ آتی ہے۔ پرویز صاحب نے سلف وخلف کے جملہ علماء وفقہا کو نظر انداز کرکے، صرف مولانا مودودیؒ ہی کو اس 'جرم' کا مرتکب قرار دے کر، اُنہیں جس قدر نشانہ بنایا ہے، اس قدر کسی اور مسئلہ پر نشانہ نہیں بنایا۔ یہاں تک کہ اس مسئلہ کی آڑ میں مولانا مودودی کے خلاف ایک ایسی آتش جنگ بھڑکائی گئی، جس کے الاؤ کو زندہ وتوانا رکھنے کے لئے وابستگانِ طلوع اسلام اب تک ایندھن ڈالتے چلے آرہے ہیں۔ میں نے منکرین حدیث کے سرخیل کے خلاف یہ 'قلمی جنگ' اپنی سرزمین پر قرآن وسنت کے ہتھیاروں سے نہیں لڑی بلکہ 'مفکر قرآن' ہی کی گراؤنڈ پر ان ہی کے ہتھیاروں سے لڑی ہے۔ کیونکہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ یہ لوگ قرآنی دلائل کو اپنی تاویلاتِ فاسدہ کا نشانہ بنا دیتے ہیں، اور اس طائفہ کے اندھے مقلدین، ان 'قرآنی تحریفات' کو بلند پایہ 'علمی نکات' قرار دے دیتے ہیں۔ صاحبِ تردید اپنی جگہ مطمئن ہوجاتے ہیں کہ میں نے معترضین کے 'قرآنی دلائل' کا جواب دے دیا ہے اور دوسری طرف کی قومِ

⑨ تفہیمات، ج۳، ص۷٦

www.KitaboSunnat.com

عمُون ان 'قرآنی جواہر پاروں' پر مطمئن رہتی ہے اور نتیجتاً بات کسی قطعی فیصلہ پر پہنچنے کی بجائے بھنور میں پھنسی ہوئی کاغذی ناؤ کی طرف وہیں کی وہیں رہتی ہے۔ رہے احادیث وسنت نبیؐ کے دلائل تو وہ ان لوگوں کے نزدیک سرے سے حجت ہیں ہی نہیں۔ باقی رہ گئے فقہاء و مجتہدین کے افکار ونظریات، تو ان کو یہ لوگ بھلا کیا وزن دیں گے، جو خود رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو ردّ کردینے کے عادی ہوں۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے نہ قرآنی دلائل ہی کارگر ہیں اور نہ ہی حدیث وسنت کی کوئی دلیل پیش کرنا سودمند ہے، اور نہ فقہاء وعلما کے ارشادات، ان لوگوں کی گردنیں، اگر جھکتی ہیں تو صرف 'مفکرِ قرآن' کے مقولات و مقالات اور طلوعِ اسلام کی عبارات و اقتباسات ہی کے سامنے۔ ان لوگوں کے نزدیک رسولِ خداؐ کی اتباع شخصیت پرستی ہے، لیکن قرآن کے نام پر پرویز صاحب کی نت نئی بدلتی ہوئی آراء واہوا کی اتباع 'خدا پرستی' ہے۔ اس لئے میں نے اس باب میں طلوع اسلام اور پرویز صاحب ہی کے لٹریچر سے وہ دلائل پیش کئے ہیں، جو خود 'مفکرِ قرآن' کی تردید اور جملہ علماء سلف و خلف (بشمول مولانا مودودیؒ) کی تائید پر شاہد عدل ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ اس باب میں مذکور دلائل و براہین کا بھی مقالہ نگار سامنا نہیں کر پائے اور تردید تو رہی ایک طرف، وہ اعتراض تک کی گنجائش نہ پاسکے۔

باب نمبر۹: باب نمبر۹ کا عنوان ہے...... 'مفکر قرآن' کے اکاذیب واباطیل'...... اس باب میں بھی، حکمتِ عملی کے مباحث کا وہ حصہ زیر بحث آیا ہے جو بعض ناگزیر صورتوں میں جوازِ کذب' کے مباحث پر مشتمل ہے، مت بھولئے کہ بعض ایسی ناگزیر صورتوں میں جواس کذب پر جملہ علماء اوّلین و آخرین متفق ہیں، لیکن 'مفکر قرآن' صاحب، ماضی و حال کے جملہ علماء و فقہاء کو نظر انداز کرکے صرف اور صرف مولانا مودودیؒ ہی کو نشانہ بناتے ہوئے یہ تاثر اُچھالا کرتے تھے کہ صرف مودودیؒ ہی کے نزدیک:

> ''اقامتِ دین جیسے اہم مقاصد کے لئے، اُصولوں میں لچک اور استثنا تو ایک طرف، ان کے لئے جھوٹ بولنا بھی نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوجاتا ہے۔''⑩

---

⑩ طلوع اسلام، جولائی ۱۹۵۹ء، ص ۳۴

www.KitaboSunnat.com

غور فرمائیے کہ 'مفکر قرآن' صاحب کی وہ عقل عیار، جسے وہ اپنی 'قرآنی بصیرت' کا نام دیا کرتے تھے، مولانا مودودیؒ کے ایسے اقتباسات کو پیش کرتے ہوئے 'بعض ناگزیر حالات' کی شرط حذف کردیا کرتی تھی۔

بہرحال اس کے مقابلہ میں، پرویز صاحب کا موقف یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے کسی بھی حال میں جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ اسے مرجانا قبول کرلینا چاہئے لیکن جھوٹ ہرگز نہیں بولنا چاہئے، کیونکہ قرآن کسی حالت میں بھی جھوٹ کی اجازت نہیں دیتا۔ اس موقف کے حق میں، پرویز صاحب بڑے دھڑلے سے ایک قاعدہ کلیہ بایں الفاظ پیش کیا کرتے تھے:

''اگر سند قرآن رہے اور اس اُصول کو تسلیم کرالیا جائے کہ قرنِ اوّل کی تاریخ کا جو بیان قرآن کے خلاف ہے، وہ غلط ہے تو کسی کو اپنی فریب کاریوں اور کذب تراشیوں کے لئے دینی سند نہیں مل سکتی۔''[11]

اس کے بعد میں نے 'مفکر قرآن' جناب غلام احمد پرویز صاحب کے چند صریح جھوٹ، واضح اکاذیب اور نمایاں اباطیل طلوعِ اسلام ہی کے لٹریچر سے پیش کرکے یہ لکھا ہے کہ

''ظاہر ہے کہ 'مفکر قرآن' جناب پرویز صاحب سے بڑھ کر قرآن کو سند ماننے والا کون ہوسکتا ہے، اور ان سے بڑھ کر قرنِ اوّل کی تاریخ کو جو خلافِ قرآن ہو، غلط قرار دینے والا کون ہوسکتا ہے؟ لیکن پھر حیرت بالائے حیرت اور تعجب بر تعجب ہے اس امر پر کہ خود ان کو اپنی فریب سازیوں، بہتان تراشیوں، خیانت کاریوں اور مغالطہ آرائیوں کے لئے (جن کا تفصیلی ذکر ابوابِ گزشتہ میں کیا جاچکا ہے) دینی سند کہاں سے مل گئی؟ کیونکہ کذب و زور اور دجل وفریب کی شاید ہی کوئی ایسی صورت ہو، جسے اُنہوں نے اختیار نہ کیا ہو۔''[12]

بہرحال اس باب میں مذکور کسی چیز کی تردید وتغلیط کی ہمت طلوعِ اسلام کے مقالہ نگار کو نہیں ہوسکی۔ الحمد لله على ذلك

باب نمبر ۱۰: دسویں باب کا عنوان ہے...... 'داعیٔ انقلاب کا ذاتی کردار' یہ پورا باب مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی کتاب 'آئینۂ پرویزیت' سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں طلوعِ اسلام ہی کی اُمت کے ایک فرد جناب محمد علی بلوچ صاحب نے شهد شاهد من أهلها کا مصداق بنتے

---

⑪ طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۴۱ ⑫ کتاب (زیر بحث)، ص ۳۰۰

www.KitaboSunnat.com

ہوئے 'مفکر قرآن' صاحب کی مالی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا ہے اور پرویز صاحب نے جن پرویزی حیلوں کے ذریعہ میزان پبلی کیشنز کو مالی گڑ بڑ اور خورد بُرد کے ذریعہ نقصان پہنچا کر، اس کی جان نکالی، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ 'مفکرِ قرآن' نے اپنی ذات سے ان الزاماتِ خیانت کو دفع کرنے کے لئے جو تکنیک اختیار کی ہے، اسے محمد علی بلوچ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

''صحافتی بازیگری کی ایک ٹیکنیک یہ بھی ہے کہ جب آپ کے کسی کام پر اعتراض کیا جائے تو آپ کسی ایسی مشہور ہستی کا نام لے دیجئے جس کا تقدس و احترام مخاطب کے لئے مسلم ہو، اور اس ہستی کی کسی ایسی ہی مفروضہ غلطی کی نشاندہی کر دیجئے جیسی آپ سے سرزد ہوئی ہے، اور کہہ دیجئے کہ یہ ایسی کوئی بڑی نہیں ہے۔ اپنے جرم کو ہلکا کرنے کے لئے کسی مشہور ہستی کو اپنی سطح پر لا کھڑا کرنا تو دنیا کے بہت سے شاطروں کا شیوہ رہا ہے، لیکن اس مقصد کے لئے حضور اکرم ﷺ کی ہستی کو وہی شخص استعمال کرسکتا ہے جس کے دل میں خوفِ خدا بلکہ ایمان تک کا بھی شائبہ نہ رہا ہو۔ حسبِ عادت اس مقام پر بھی پرویز صاحب نے کتر بیونت اور تحریف سے کام لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر اس انداز کا الزام کبھی بھی نہیں لگایا گیا کہ آپؐ معاذ اللہ پیسے کے معاملے میں گڑ بڑ کرتے ہیں۔ آپؐ کے متعلق، منافقین نے محض یہ الزام لگایا تھا کہ آپؐ صدقات میں سے ہم لوگوں کو کم دیتے ہیں اور دوسرے ضرورت مندوں کو زیادہ۔ یہ بات نہیں کہ اُنہیں یہ شکایت پیدا ہوئی کہ آپؐ معاذ اللہ خود کچھ لے لیتے ہیں، دنیا جانتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صدقات کے اموال کو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر حرام کر رکھا تھا۔ (حدیثِ دل گدازے، صفحہ ۳۷، ۳۸ + و آئینہ پرویزیت)''[۱۳]

اس باب کے مندرجات پر بھی، مقالہ نگار کو کسی اعتراض کی گنجائش نہ مل پائی۔ الحمد للہ

باب نمبر ۱۱: یہ کتاب کا آخری باب ہے، اس کا عنوان 'اخلاقی نامردی' ہے۔ اس باب میں جس چیز کو 'اخلاقی نامردی' قرار دیا گیا ہے وہ منکرین حدیث کا وہ رویہ ہے جس کے تحت یہ لوگ جب کسی سے اختلاف پر اُتر آتے ہیں تو دورانِ بحث اپنے موقف کو تو طلوعِ اسلام کے قارئین کے سامنے یک طرفہ طور پر پیش کر دیتے ہیں، لیکن اپنے مخالف کے موقف کو اُن کے سامنے آنے نہیں دیتے۔ عامۃ الناس کے سامنے، وہ تصویر کا وہی ایک رُخ لاتے ہیں، جو

---

[۱۳] کتاب (زیر بحث)، ص ۳۲۹

www.KitaboSunnat.com

اُنہیں پسند ہے، لیکن تصویر کا دوسرا رُخ جسے وہ ناپسند کرتے ہیں، پیش کرنے کو وہ اپنے مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ قارئین کرام طلوعِ اسلام، ان کے یک رُخے مطالعے پر ہی اپنی رائے قائم کرکے بیٹھ جائیں اور کسی دوسرے شخص کا موقف، خواہ وہ کتنا ہی مضبوط قوی اور صحیح ہو، ان کے سامنے آنے ہی نہ پائے۔ وہ اگر اپنے مخالف کے نقطۂ نظر کا تذکرہ کرتے بھی ہیں تو اُس (مخالف) کے الفاظ میں نہیں، بلکہ خود اپنے الفاظ میں، تغیر مفہوم کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس باب میں ’اخلاقی نامردی‘ کی دو نہایت صریح مثالیں بڑی تفصیل سے پیش کی گئی ہیں۔ ایک مثال وہ ہے جو ُسنت کی آئینی حیثیت‘ پر مولانا مودودیؒ اور ڈاکٹر عبدالودود صاحب کے مابین مراسلت سے تعلق رکھتی ہے اور ابتداے مراسلت ہی میں ڈاکٹر صاحب نے پوری مراسلت کی اشاعت کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن مولانا مودودیؒ کے مضبوط دلائل کو طلوعِ اسلام کے قارئین تک نہ پہنچنے دیا گیا اور ڈاکٹر عبدالودود صاحب ہی کے بعض خطوط کو یک طرفہ طور پر شائع کرڈالا گیا۔ آخر میں اس طرزِ عمل کو ’اخلاقی نامردی‘ کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔ نیز اس مثال میں مولانا مودودیؒ کی عبارات کو جس خیانت کارانہ انداز میں پیش کرکے، عبارات کے مصنف ہی کو دھوکہ دینے کی کوشش ڈاکٹر صاحب نے فرمائی تھی، اس کی بھی دس گیارہ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

دوسری مثال، اس خط و کتابت پر مشتمل ہے جو میرے اور جناب محمد لطیف چوہدری، سابق ناظم ادارہ طلوع اسلام کے درمیان دسمبر ۱۹۸۸ء اور جنوری ۱۹۸۹ء میں ہوئی تھی۔ دونوں طرف کی مراسلت کو دیکھ کر ہر شخص خود اندازہ کرسکتا ہے کہ کس نے اپنے موقف کو اچھے انداز میں پیش کیا ہے اور کس نے اُوچھے انداز میں۔ کس کا موقف دلائل و براہین سے مملو ہے اور کس کا افترا پردازیوں اور بہتان تراشیوں پر مشتمل ہے، پھر ساتھ ہی محمد لطیف صاحب نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ ان کے ارسال کردہ مکتوب کو ’محدث‘ میں شائع کیا جائے۔ محدث نے تو دونوں طرف کی مراسلت کو مارچ ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع کردیا، لیکن صحافتی دیانت کا یہ تقاضا، طلوعِ اسلام پورا نہ کرسکا اور اپنی ’اخلاقی نامردی‘ کی روش پر برقرار رہا۔

بہرحال اس آخری باب میں بھی پیش کردہ ہماری کسی بات کی نہ تو تردید ہی مقالہ نگار سے

www.KitaboSunnat.com

ہو سکی اور نہ ہی وہ کوئی اعتراض کر پائے۔ الحمد لله على ذلك

حرفِ آخر

آخری باب کے بعد ’حرفِ آخر‘ کے زیرعنوان میں نے چند صفحات میں پوری کتاب کا خلاصہ بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ’مفکر قرآن‘ جناب غلام احمد پرویز صاحب کن غیر اخلاقی اور غیر شائستہ پرویزی ہتھکنڈوں سے کام لے کر علماے کرام کو بالعموم اور مولانا مودودیؒ کو بالخصوص، تذلیل و تضلیل اور استہزاء و تضحیک کا نشانہ بناتے رہے ہیں اور مولانا مودودیؒ کس طرح پرویز صاحب کے معاندانہ اور زہریلے پراپیگنڈے کے جواب میں، صبر و سکوت کا دامن تھامتے ہوئے اور إذا مرُّوا باللغو مرّوا کراما کی روش اختیار کرتے ہوئے خدمت اسلام کی مثبت کاوشوں پر جمے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا مودودیؒ کے انتہائی شائستہ طرزِ عمل کی وضاحت کے لئے، میں نے اُن کا ایک اقتباس بھی ــــ مولانا مودودیؒ کا ایمان افروز جوابی طرزِ عمل ــــ کی سرخی کے تحت پیش کیا ہے۔

مقالہ نگار کا ایک اعتراض

’حرفِ آخر‘ کے زیرعنوان میری مندرجہ ذیل عبارت کو (جو صفحہ ۳۸۳ پر موجود ہے) مقالہ نگار نے ہدفِ اعتراض بنایا ہے:

”وہ (پرویز صاحب) مالی معاملات میں گڑ بڑ کے الزام کو، اپنی ذات سے دفع کرنے کے لئے، منافقین کے نام لے کر، خود اپنی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر یہی الزام عائد کرکے اس ذاتِ اقدس و اعظم کو، اپنی سطح پر گھسیٹ لانے میں شرم و عار محسوس نہیں کرتے۔“[۱۴]

پرویز صاحب کے شرم و حیا کے حوالہ سے، اس عبارت کو مقالہ نگار برسوں پہلے لکھے ہوئے میرے ایک خط کی مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ، متضاد و متصادم قرار دیتے ہیں:

”میں نے کبھی یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ مضبوط دلائل اور قوی براہین کے ساتھ پرویز صاحب کی تردید کرڈالنے کے بعد اُن کے متعلق ’بے شرم ہے، بے حیا ہے جیسے سوقیانہ الفاظ بھی استعمال کروں۔“ (کتاب زیر بحث صفحہ ۳۷۴)[۱۵]

---

[۱۴] طلوعِ اسلام، جون ۲۰۰۶ء، ص ۷ تا ۸

[۱۵] طلوعِ اسلام، جون ۲۰۰۶ء، ص ۷

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ میرے اُس خط سے ماخوذ ہیں جو میں نے جنوری ۱۹۸۹ء میں محمد لطیف چوہدری ناظم ادارہ طلوعِ اسلام، لاہور کو اس وقت لکھے تھے جب کہ اُنہوں نے محدث میں چھپنے والے میرے ایک مضمون پر اظہارِ قلق کرتے ہوئے اور مجھ پر جھوٹے الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں (قاسمی صاحب) نے پرویز صاحب کے لئے ’بے حیا ہے، بے شرم ہے‘ جیسے بازاری الفاظ استعمال کئے ہیں، اُس وقت میں نے جواباً اُنہیں یہ لکھا تھا کہ

> ’’میرا مقالہ (جس پر آپ اعتراض فرما رہے ہیں) ماہنامہ محدث کے دسمبر ۱۹۸۸ء کے شمارے میں صفحہ ۵۰ سے ۵۸ تک پھیلا ہوا ہے۔ کیا آپ اس میں کہیں یہ جملہ دکھا سکتے ہیں کہ ’’پرویز بے شرم ہے، بے حیا ہے‘‘ اس بے سروپا الزام تراشی اور بہتان طرازی کے جواب میں میں اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں کہ:
>
> ظالم! جفائیں کر، مگر اتنا رہے خیال
> ہم بے کسوں کا بھی کوئی پروردگار ہے!
>
> میں پرویز صاحب کے فکر کی تردید میں، ڈیڑھ دو سال سے ’محدث‘ میں مسلسل لکھ رہا ہوں۔ میں نے کبھی یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ مضبوط دلائل اور قوی براہین کے ساتھ پرویز صاحب کی تردید کر ڈالنے کے بعد، ان کے متعلق ’بے شرم ہے، بے حیا ہے‘ جیسے سوقیانہ الفاظ بھی استعمال کروں۔‘‘[۱۶]

اور یہ میری اُس زمانے کی عبارت ہے جب میں نے طلوعِ اسلام کی مکمل فائل کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں اگرچہ پرویز صاحب کو فکری طور پر راہِ راست پر نہیں سمجھتا تھا، لیکن اس کے باوجود میں اُنہیں قرآن کریم کا مخلص، نیک نیت اور دیانتدار طالب علم سمجھتا تھا۔ لیکن بعد میں جب ان کی بددیانتیاں، خیانت کاریاں، کذب بیانیاں، بہتان تراشیاں اور فریب کاریاں مجھ پر عیاں ہوتی چلی گئیں تو ان کے متعلق میرا یہ حسن ظن بھی جاتا رہا۔ اور اب جبکہ ان بہتان تراشیوں کی تیرافگنی کا نشانہ بننے سے عام علماے امت اور ائمہ فقہ تو رہے ایک طرف خود قرآن اور رسولِ قرآن بھی محفوظ نہ رہ پائے تو مجھے اس امر میں رتی برابر شک نہ رہا کہ وہ خوفِ خدا، شرم وحیا بلکہ (بقول محمد علی بلوچ صاحب) ایمان تک سے عاری ہیں۔

---

۱۶ کتاب (زیر بحث)، ص ۳۷۴

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اعتراض

مقالہ نگار نے جو دوسرا اعتراض کیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مکتبِ طلوع اسلام کی کرامت کے باعث یا پرویز صاحب کے فیضانِ نظر کے صدقے مقالہ نگار بھی دوسروں کی عبارات کو پیش کرتے وقت کتر بیونت سے کام لیتے ہیں، بالخصوص ایسی عبارتوں کو پیش کرتے وقت جن سے طلوعِ اسلام کی فاسد ذہنیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ چنانچہ مقالہ نگار صاحب فرماتے ہیں:

> ''مارچ ۱۹۵۲ء کے ترجمان القرآن میں ایک قاری نے جناب مودودیؒ کو لکھا......''ابھی ابھی ایک پرچہ طلوعِ اسلام نظر سے گزرا۔ یہ پرچہ قریب قریب ان مضامین پر مبنی ہے جن میں آپ کی کتاب 'مرتد کی سزا، اسلامی قانون میں' کی قرآن کی رو سے تردید کی گئی ہے۔ ......
> ....اس سلسلے میں ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ'' آئندہ ماہ کے ترجمان القرآن میں آپ اس کا جواب لکھ رہے ہیں کہ نہیں؟ اگر کسی دوسرے پرچے میں اس کا جواب لکھ رہے ہوں تو ہمیں آگاہ کردیں تاکہ جو لوگ، اس پرچے کو پڑھ کر آپ کی طرف سے بددل ہوگئے ہیں ان کا ازالہ کردیا جائے۔'' جناب مودودیؒ نے پرویز صاحب کے مقالے 'قتل مرتد' کا جواب تو شائع نہ کیا، البتہ مستفسر کے جواب میں پرویز صاحب کا نام لئے بغیر گالیوں کی بوچھاڑ کردی۔''[17]

اس اقتباس میں نقطوں کے ذریعہ جس عبارت کو محذوف ظاہر کیا گیا ہے وہ چونکہ طلوعِ اسلام کی ذہنیتِ فاسدہ کی عکاس ہے، اس لئے اسے مقالہ نگار نے چھوڑ دیا ہے، از راہِ کرم قارئین کرام! اس حذف کردہ عبارت کو (جودرج ذیل ہے) نقطوں والی جگہ پر رکھ کر پڑھ لیں۔ پرچے میں جملے ایسے ہیں جیسے برسوں کی چھپی ہوئی دشمنی کا بدلہ نکال رہے ہوں۔

اس پرچے کے آخر میں یعنی آخری صفحہ پر مفتی محمد شفیعؒ کے ایک تازہ فتوے کی جسے مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تائید حاصل ہے، تردید بھی کی گئی ہے:

> ''ہماری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ آخر کس ہستی کو یہ لوگ مستند خیال کرتے ہیں۔''[18]

اب رہی 'گالیوں کی بوچھاڑ' تو اس کے لئے یہ پورا اقتباس ملاحظہ فرمالیجئے:

---

[17] طلوع اسلام، جون ۲۰۰۶ء، ص ۸
[18] ترجمان القرآن، مارچ ۱۹۵۲ء، ص ۷۰

www.KitaboSunnat.com

''ہمیں تعجب ہے کہ طلوعِ اسلام کے تازہ ارشادات پر آپ نے ہمیں توجہ دلانے کی ضرورت کیوں محسوس فرمائی۔ یہ لوگ تو مسلسل دس سال سے ہم پر ایسی ہی عنایات کی بارش کئے جارہے ہیں اور کراچی سے نیا 'طلوعِ اسلام' شروع ہونے کے بعد تو شائد کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا ہے جس میں موسلا دھار بارش نہ ہوئی ہو۔ پھر اس موقع پر کیا خاص بات ایسی پیش آ گئی کہ آپ نے ہم سے ان کے جواب کی فرمائش کرنا ضروری سمجھا؟ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ترجمان القرآن کے صفحات میں آج تک ہم نے کبھی ان حضرات کو مخاطب نہیں کیا ہے؟ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ان کے حملوں پر ہمارے توجہ نہ کرنے کی وجہ، ہر معقول آدمی جو ترجمان القرآن اور طلوعِ اسلام دونوں کو پڑھتا ہے، خود سمجھ لے گا۔ لیکن آپ کے اس خط سے محسوس ہوا کہ شاید بعض لوگوں کے لئے اس سلسلہ میں ہماری طرف سے کچھ تصریح کی بھی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہاں دو اُصولی باتیں درج کی جاتی ہیں جن سے آپ کو نہ صرف طلوع اسلام کے معاملہ میں بلکہ اُن بہت سے دوسرے لوگوں کے معاملہ میں بھی ہمارے سکوت کی وجہ معلوم ہوجائے گی جو اخبارات، رسائل اور پمفلٹوں میں ہم پر آئے دن حملے کرتے رہتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جو لوگ کسی شخص کی عبارات کو توڑ مروڑ کر اور ان کے ساتھ کچھ اپنی من گھڑت باتیں ملا کر پہلے اس کی ایک غلط پوزیشن بناتے ہیں اور پھر خود اپنی ہی بنائی ہوئی اس پوزیشن پر حملہ کرتے ہیں، ان کی اس حرکت سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ تین قسم کی کمزوریوں میں مبتلا ہیں: ایک یہ کہ وہ اخلاق و ذہن کے اعتبار سے نامرد ہیں، ان میں یہ جرأت نہیں ہے کہ آدمی کی اصل پوزیشن پر حملہ کرسکیں۔ اس لئے پہلے وہ اس کی ایک ایسی کمزور پوزیشن بنانے کی کوشش کرتے ہیں جس پر حملہ کرنا آسان ہو۔ پھر بہادروں کی سی شان کے ساتھ اس پر دھاوا بول دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ بے حیا ہیں، اُنہیں اس کی کچھ پروا نہیں کہ جن لوگوں کو اُس شخص کی اصلی پوزیشن معلوم ہے وہ اس کی اس کاریگری کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ ان کی نگاہ میں بس یہ کامیابی کافی ہے کہ کچھ ناواقف لوگوں کو وہ غلط فہمی میں مبتلا کردیں۔ تیسرے یہ کہ وہ خدا کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے بالکل فارغ ہیں۔ ان کے لئے جو کچھ ہے، بس پبلک ہے جسے دھوکہ دے کر اگر وہ اپنا کام نکال لے گئے تو گویا اُنہیں فلاح حاصل ہوگئی۔ اوپر کوئی عالم الغیب جانتا ہے کہ اُنہوں نے کن افترا پردازیوں سے اپنا کام نکالا ہے تو جانا کرے۔ یہ نامردی اور یہ بے حیائی اور یہ

www.KitaboSunnat.com

ناخداترسی جن لوگوں کے طرزِ عمل میں صاف جھلک رہی ہو، ان کو اپنا مدمقابل بنانے کے لئے ہم کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ وہ اگر اپنی ساری عمر بھی ہم پر حملے کرنے میں کھپا دیں تو شوق سے کھپاتے رہیں، ہم کبھی ان کا جواب نہ دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قومی مسائل ہوں یا علمی مسائل؛ ان میں اگر آدمیت اور معقولیت کے ساتھ گفتگو کی جائے تو دلیل کا جواب دلیل سے دیا جاسکتا ہے۔اس طرح کے مباحث مفید ونتیجہ خیز بھی ہوتے ہیں اور دلچسپ بھی۔ ان میں ہم احقاقِ حق اور افہام و تفہیم کے لئے بھی حصہ لینے کے لئے تیار ہیں اور طلبِ علم اور طلبِ حق کے لئے بھی۔ ہمیں اپنی ہی بات منوانے پر اصرار نہیں ہے۔دوسرے کی بات معقول و مدلل ہو تو ہم کھلے دل سے اس کو مان لیں گے۔مگر جو لوگ دلیل سے کم اور گالی سے زیادہ کام لیں، جو زبان کھولتے ہی پہلے آدمی کی عزت پر حملہ کریں، جن کی تقریر کا اصل مدعا آدمی کو بدنیت اور بے ایمان ثابت کرنا ہو۔ اور جنہیں کوئی ذلیل سے ذلیل تہمت تراشنے میں تامل نہ ہو، ان کو کسی علمی یا قومی مسئلے میں بحث کا مخاطب بنانا کسی شریف اور معقول آدمی کے لئے تو ممکن نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی باتوں کا جواب دینے کی فرمائش جو لوگ ہم سے کرتے ہیں ان کی اس فرمائش سے ہمیں شبہ ہوتا ہے کہ وہ یا تو ہمیں بھی اسی قماش کا آدمی سمجھتے ہیں اور یہ ہماری توہین ہے یا وہ خود شرافت اور رذالت کا فرق نہیں سمجھتے اور یہ ان کی توہین ہے۔''⑲

مقالہ نگار صاحب کو یہ اعتراض اور شکایت ہے کہ اس اقتباس میں جناب مودودیؒ نے پرویز صاحب اور طلوعِ اسلام کے لئے 'نامرد، بے حیا اور ناخدا ترس' جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اکبرالہ آبادی کے الفاظ درج ذیل ہی میں اس اعتراض کا جواب دیا جاسکتا ہے:

شیطان کو رجیم کہہ دیا تھا اک دن
اِک شور اُٹھا خلافِ تہذیب ہے یہ

یقیناً طلوعِ اسلام اور پرویز صاحب کے طرزِ عمل میں نہ صرف یہی تینوں اوصاف بلکہ دیگر اوصاف بھی پائے جاتے ہیں۔ اور میری کتاب میں قدم قدم پر اس کے دلائل، براہین، شواہد اور ثبوت موجود ہیں۔ اگر کوئی شترمرغ کی طرح آندھی کے آثار دیکھ کر ریت میں سر چھپا لے یا اپنے قارئین کو یکطرفہ پراپیگنڈے کے خول میں بند کرکے، اُنہیں یہ جھوٹا اطمینان دلا دے

⑲ ترجمان القرآن، مارچ ۱۹۵۲ء، ص ۷۰ تا ۷۲

www.KitaboSunnat.com

کہ کتابِ زیر بحث میں پرویز صاحب یا طلوعِ اسلام کے اقتباسات کو توڑ مروڑ کر یا سیاق وسباق سے علیحدہ کرکے پیش کیا گیا ہے تو اس جھوٹ سے حقیقت نفس الامری بدل نہیں جائے گی، بلکہ کاذبین کے اکاذیب میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جھوٹے کو جھوٹا، خائن کو خائن، تضاد گو کو تضاد گو، بہتان تراش کو بہتان تراش، اخلاقی نامرد کو اخلاقی نامرد، حیا سے عاری شخص کو بے حیا اور خدا خوفی سے بیگانہ فرد کو ناخدا ترس نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے؟ 'مفکر قرآن' صاحب ہی جواباً فرماتے ہیں:

''ہم ایک شخص کو اپنے ذاتی تجربہ اور دلائل وشواہد کی بنا پر جھوٹا اور بددیانت پاتے ہیں۔ ہمارا علیٰ وجہ البصیرت یقین ہے کہ وہ ایسا ہی ہے، ہم اسے دل میں ایسا سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ہم ایسے شخص کا ذکر کریں تو کیا اسے جھوٹا اور بددیانت کہیں یا سچا اور نہایت ایماندار؟ ہمارے نزدیک یہ انتہائی بددیانتی ہے اور منافقت ہے کہ جس شخص کو جھوٹا اور بے ایمان (بددیانت) سمجھتے ہیں، اسے محض اس لئے سچا اور ایماندار کہیں کہ اسے جھوٹا کہنے سے اس کے مداحین بُرا مانیں گے۔''[۴۰]

لہٰذا پرویز صاحب ہی کے اس فرمان کی رو سے بھی ہم یہ بددیانتی اور منافقت نہیں کرسکتے کہ جسے ہم علیٰ وجہ البصیرت، جھوٹا، خائن، متناقض الکلام، بہتان تراش، شرم وحیا سے عاری، خدا خوفی سے فارغ اور آخرت کی جوابدہی سے بے پرواہ پاتے ہیں، اسے ایسا نہ کہیں اور ایسا نہ لکھیں۔ جھوٹے کو جھوٹا اور بددیانت کو بددیانت کہنا، بداخلاقی نہیں بلکہ امر واقعہ کا اظہار ہے۔ متناقض الکلام اور بہتان تراش کو بہتان کہنا خلافِ تہذیب نہیں بلکہ اس کی واقعی حیثیت کو بیان کرنا ہے۔ شرم وحیا سے عاری، خدا خوفی سے فارغ اور آخرت کی جوابدہی سے بے پرواہ کو ایسا کہنا گالی نہیں، بلکہ حقیقت نفس الامری کا اعلان ہے۔

سید مودودیؒ پر 'عنایات'

تاہم اگر آپ اسے گالیاں ہی قرار دینا چاہتے ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ ان گالیوں سے کہیں زیادہ گالیاں خود پرویز صاحب علماے کرام کو بالعموم اور سید ابو الاعلیٰ مودودی

[۴۰] طلوع اسلام، ۱۷ دسمبر ۱۹۵۵ء، ص ۱۶

www.KitaboSunnat.com

کو بالخصوص دیتے رہے ہیں۔ عام علما کے خلاف سارے جہان کی لغزش لفظ 'مُلّا' میں سمیٹ کر جس جس طرح نشانہ بناتے رہے ہیں، اس کی ایک ہلکی سی جھلک میرے اس مقالہ میں دیکھی جاسکتی ہے جو محدث کے مارچ ۲۰۰۶ کے شمارہ میں بعنوان 'علماے کرام کے خلاف، پرویز صاحب کا معاندانہ پراپیگنڈہ' چھپ چکا ہے۔ باقی رہے مولانا مودودیؒ، تو اُن کو دی جانے والی چند گالیاں مقالہ نگار کی خدمتِ اقدس میں نذر ہیں۔ چونکہ یہ سب گالیاں طلوعِ اسلام میں محفوظ ہیں، اس لئے ماہ وسال اور صفحہ نمبر بھی بطورِ حوالہ درج کئے جارہے ہیں:

نمبر شمار	مغلظاتِ طلوعِ اسلام	ماہ وسال	صفحہ نمبر
①	ملائیت کا سرخیل (مودودی صاحب)	فروری ۱۹۵۳ء	۱۵
②	اسلام اور پاکستان دونوں کی دشمن (مودودی کی جماعت اسلامی)	اکتوبر ۱۹۵۳ء	۴۵
③	اسلام اور پاکستان، دونوں کیلئے خطرہ (مودودی)	۱۴ مئی ۱۹۵۵ء	۵
④	فتنہ انگیزی کا زہر پھیلانے میں منظّم طور پر سرگرم کار (مودودی)	جنوری ۱۹۶۱ء .	۴۴ تا ۴۵
⑤	اپنی مفاد پرستی کیلئے اسلام کے مقدس نام کو استعمال کرنیوالا (مودودی)	جنوری ۱۹۶۱ء .	۴۴ تا ۴۵
⑥	یہود کی طرح دین ساز (مودودی)	مئی ۱۹۶۳ء	۱۴۹
⑦	پاکستان کا کھلا کھلا باغی (مودودی)	دسمبر ۱۹۶۳ء	۳۴
⑧	بیچ بازار کھڑے ہوکر گالیاں دینے والا (مودودی)	جنوری ۱۹۶۴ء	۳۱
⑨	سرمایہ دارانہ نظام کا حامیٔ اعظم (مودودی)	اگست، ستمبر ۱۹۶۴ء .	۱۲۶
⑩	دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والا	دسمبر ۱۹۶۳ء	۴۲
⑪	ہر آن بدلتے ہوئے اور تضاداتی اسلام کا علمبردار، جس پر	جنوری ۱۹۶۶ء	۲۳
	اصل اسلام بھی سرپیٹ کر رہ جائے۔	+جنوری ۱۹۷۴ء	۱۶
⑫	جھوٹا اور بے اُصول (جس سے تعاون کرنا ممکن ہی نہیں) (اداریہ)	جنوری ۱۹۶۸ء ...	۲ تا ۸
⑬	ساری زندگی تضادات سے بھرپور	اگست ۱۹۶۸ء	۴۹
⑭	جرأت اور دیدہ دلیری سے جھوٹ بولنے والا	فروری ۱۹۶۹ء	۴۰
⑮	مذہبی آمریت کے مقام پر براجمان	فروری ۱۹۷۰ء	۳۲

www.KitaboSunnat.com

⑯ صحابہ سے بغض رکھنے والا	جون ۱۹۷۰ء........ ۶۱
⑰ نہ خوفِ خدا، نہ شرمِ رسول	فروری ۱۹۷۱ء ۷۸
⑱ ڈھٹائی سے مکیاولی سیاست پر کاربند	ستمبر ۱۹۷۱ء........ ۶۳
⑲ پاکستان میں اس لئے آیا کہ اسلام کو ذلیل کرے اور پاکستان کو کمزور کرے	جولائی ۱۹۷۳ء .. ۲۵
⑳ مرزائیت کے نقش قدم پر چلنے والا، مگر اس سے بھی زیادہ خطرناک	دسمبر ۱۹۷۴ء ۲۳
ایضاً	جون ۱۹۷۶ء ۹
㉑ اُمتِ محمدیہؐ سے شدید بغض وعناد رکھنے والا	دسمبر ۱۹۷۴ء ۳۹
㉒ دین اسلام کو تفریح سمجھنے والا	ستمبر ۱۹۷۶ء........ ۱۵
㉓ نفرت کی اشاعت کے مشن کا علمبردار	جنوری ۱۹۷۷ء ۱۴
㉔ سیرتِ رسولؐ کو داغدار کرنے کا سازشی بلکہ اس سازش کا بانی	مارچ ۱۹۷۷ء ۱۶
㉕ اسلام کو بدنام کرنے والا	مارچ ۱۹۷۷ء ۱۶
㉖ قرآنِ کریم کی ابجد سے بھی ناواقف	مارچ ۱۹۷۷ء ۳۱
㉗ قرآن سے کھلا کھلا بغض رکھنے والا	اپریل ۱۹۷۷ء..... ۲۷
㉘ نظریۂ ضرورت کے تحت فتوائے کذب دینے والا	فروری ۱۹۸۳ء ۷
㉙ نظریۂ ضرورت کے اسلام کا حامل	جولائی ۱۹۸۳ء..... ۴۸
㉚ ہوسِ اقتدار میں پاکستان کو جہنم میں دھکیلنے والا	اکتوبر ۱۹۸۵ء...... ۲۶

یہ وہی مودودیؒ صاحب ہیں، جن کے متعلق کبھی پرویز صاحب نے طلوع اسلام میں یہ بھی لکھا تھا کہ

> ''ترجمان القرآن، ایک ماہانہ مجلّہ ہے جو چھ سال سے مسلسل اسلام کی صحیح ترجمانی اور قرآن حکیم کی حکیمانہ دعوت کی نشر وتبلیغ کر رہا ہے۔ جن لوگوں کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکری اور اسلامی صلاحیتوں کا علم ہے، اُن کے لیے بس یہ کہنا ہی کافی ہے کہ آپ ہی ترجمان القرآن کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مولانا موصوف کو، اس زمانہ میں اسلام کی خدمت اور ملت کی تجدید کے لیے بہرۂ وافر عطا فرمایا ہے، اور وہ شرحِ صدر، وہ اسلامی بصیرت اور

www.KitaboSunnat.com

تفقہ فی الدین دیا ہے جو مغربی الحاد کے دور میں ہر چیز کا صحیح ادراک کر کے، قرآنِ کریم کی روشنی میں ہر مرض کا تریاق مہیا کرتا ہے۔ ترجمان القرآن کا موضوع قرآن حکیم ہے، ایک طرف وہ قرآنِ حکیم کی روشنی میں تاریک دلوں کو منور کر رہا ہے، اور دوسری طرف فرنگی اور مغربی الحاد کے خلاف مسلسل جہاد کر کے مغربی فلسفہ کا رعب دلوں سے نکال رہا ہے۔
قرآن کریم کو منشاءِ الٰہی کے مطابق صحیح سمجھنا، صحیح اُصولوں پر اس کی نشر و اشاعت کرنا، اسلام کے خلاف باطل سرچشموں کا پتہ لگانا اور ان کو عقل سلیم کی حجت سے بند کرنا، اسلام کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی مخالفت سے مرعوب نہ ہونا، ذہنیتوں میں یکسر انقلاب پیدا کر دینا اور وقت کی مناسبت سے جملہ مشکلات کا حل قرآن کریم سے پیش کرنا وغیرہ وہ خصوصیات ہیں جو بحمد اللہ رسالہ 'ترجمان القرآن' کو حاصل ہیں۔ ہندوستان میں آج کل سیاست کے نام پر مسلمانوں میں جو گمراہی پھیلائی جا رہی ہے، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس سے غافل نہیں ہیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی بھی فرما رہے ہیں۔ اس رسالہ کا مطالعہ ہر خیال کے مسلمانوں کے لیے از بس ضروری ہے، خصوصاً ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کے لیے جو فلسفہ جدیدہ، سائنس اور مغربی حکما کی دانش فروشیوں سے مرعوب ہو چکے ہیں اور جنہوں نے مذہب کو عقل و دانش اور ترقی کے خلاف سمجھ لیا ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور اساتذہ کو اس رسالہ کا مطالعہ سب سے پہلے کرنا چاہئے، بلحاظِ نصب العین اور مسلک 'ترجمان القرآن' اور 'طلوع اسلام' کو ایک ہی اصل کی دو شاخیں سمجھئے۔''

(طلوعِ اسلام، جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ ۷۸)

دو قابل توجہ باتیں

یہاں میں، قارئین کرام کی توجہ کے لئے، دو باتوں کو پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

① ایک یہ کہ پرویز صاحب علماے کرام اور مولانا مودودی کے خلاف انتہائی دریدہ ذہنی کے ساتھ ان پر لگائے گئے جھوٹے الزامات کو بہ تکرار و اِعادۂ بسیار ــــ اس لئے بھی ــــ اُچھالا کرتے تھے کہ اس کی آڑ میں خود ان کی اپنی حرکاتِ سیئہ چھپی رہیں۔ چالاک، عیار اور مکار لوگ، بلند نصب اُلعین کا لبادہ اوڑھ کر، تنقید کے پردے میں تنقیص و توہین کرتے ہوئے، دوسروں پر کیچڑ اُچھالا کرتے ہیں تاکہ ان کی اپنی سیاہ عملی مستور و مخفی رہے۔ اس نفسیاتی حقیقت

کو ایک مقام پر خود طلوعِ اسلام نے بھی بیان کیا ہے، اس لئے میں مقالہ نگار اور دیگر وابستگانِ طلوع اسلام کے سامنے اسی اقتباس کا آئینہ پیش کئے دیتا ہوں، تاکہ وہ خود بھی:

> ''اپنی روش کا نفسیاتی تجزیہ کرکے دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا نفس، دوسروں کی تنقیص میں اس لئے مصروف ہے تاکہ اس کی اپنی سہل انگاری ڈھکی رہے اور اسے چھپانے کے لئے، اُس نے بلند نصب العین کو آڑ بنا رکھا ہو، فریبِ نفس سے اکثر ایسا ہوا کرتا ہے۔''(۴۱)

اور دریدہ دہنی اور تلخ نوائی کے ساتھ علماے کرام کے خلاف، ان جھوٹے اور باطل الزامات کی بوچھاڑ...... اس لئے بھی ہے کہ اس سے علما اور ان کے متبعین کے خلاف قلوبِ قارئین طلوعِ اسلام میں جو نفرت پیدا ہوتی ہے، وہ اُنہیں متحد رکھنے میں کام آئے، کیونکہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو دوسروں کے خلاف متحد رکھنے کے لئے 'حبِ علیؓ' سے کہیں زیادہ مؤثر داعیہ 'بغض معاویہؓ' ہی کا داعیہ سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اپنے فرقہ منکرین حدیث کے (جسے فرقہ کی بجائے مکتبِ فکر کا نام دیا جاتا ہے) تشخص کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے علما کے خلاف نفرت انگیز، زہریلے اور معاندانہ پراپیگنڈے کی یلغار کو پیہم رواں دواں اور جواں رکھنا، 'مفکر قرآن' کی ایک مجبوری تھی۔ اور یہ ٹیکنیک انہوں نے بدقسمتی سے اُمتِ مسلمہ ہی کے بعض بے بصیرت پیشواؤں سے اخذ کی ہے، کیونکہ بقول پرویز صاحب:

> ''فرقہ بندی کی نفسیات یہ ہیں کہ اپنے فرقہ کے لوگوں کے دل میں دوسروں کی طرف سے نفرت پیدا کی جائے۔ جس قدر نفرت شدید ہوگی، اتنا ہی فرقہ زیادہ مضبوط ہوگا۔''(۴۲)
>
> فرقے ہوں یا پارٹیاں، ان کا جداگانہ تشخص، دوسرے فرقوں یا پارٹیوں کے خلاف جذباتِ نفرت کی بنا پر قائم رہتا ہے۔''(۴۳)

اور طلوعِ اسلام کی فائل گواہ ہے کہ پاکستان میں پرویز صاحب نے اپنی ساری عمر، علما کے خلاف، (بالخصوص) مولانا مودودیؒ کے خلاف جذبات نفرت کو بھڑکانے اور ہوا دینے ہی میں کھپا دی۔

(۲) اور دوسری بات یہ کہ 'مفکرِ قرآن' صاحب علما کے خلاف جو الزامات عائد کرتے رہے ہیں، ان میں بعض قطعی بے اصل، بے بنیاد اور بے سروپا ہیں اور بعض کو اپنے مخالفین کی

---

(۴۱) طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۴۰ء، ص ۱۳ (۴۲) ایضاً، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۱۱ (۴۳) ایضاً، نومبر ۱۹۷۸ء، ص ۲

www.KitaboSunnat.com

عبارات کو کانٹ چھانٹ، مسخ وتحریف، سیاق وسباق سے اُکھاڑ پچھاڑ، کتر بیونت اور خدع وفریب کا نشانہ بناتے ہوئے ’ثابت‘ کیا ہے جن کی قلعی میری (زیر بحث) کتاب میں کھولی گئی ہے۔ جبکہ میں نے پرویز صاحب کے متعلق اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہ ایسے اٹل حقائق ہیں جنہیں دلائل و براہین اور شواہد و بینات سے ثابت کیا گیا ہے اور جنہیں اگر کوئی عدالتی جج بھی اپنی تحقیق و تفتیش کی جولانگاہ بنائے تو وہ بھی کمپوزنگ کی اغلاط کے سوا حقائق وواقعات میں کوئی سقم نہیں پائے گا۔

بہرحال میں ’مفکرِ قرآن‘ صاحب کی اس صلاحیت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ بہرحال قلمی صلاحیتوں کے دھنی تھے۔ اُنہوں نے اپنے زورِ قلم سے گالیاں دینے کو بھی ایک فن بنا دیا ہے۔ جناب افتخار احمد بلخی مرحوم ان کی ’ادبی اور قرآنی خدمات‘ میں سے تیسری خدمت کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں:

”رہی وہ تیسری خدمت یعنی ذوق دشنام طرازی کی تسکین اور اس کے مقتضیات سے عہدہ برآ ہونے اور اخلاقی بضاعت کے افلاس پر فریب و ریا کے پردے ڈالے جانے کی خاطر جو گالیوں کو باضابطہ ایک ’فن شریف‘ بنا کر پیش کئے جانے کی ضرورت میں، پوری سرگرمی کے ساتھ انجام دی جارہی ہے، وہ دراصل اس دورِ ترقی وتجدد کا ایک مرض ہے، جس کے متواتر وپیہم دورے پڑتے رہتے ہیں۔ اس مرض کو آپ ’ملاخولیا‘ کے نام سے یاد کرسکتے ہیں۔ اس مرض کی علت وہ احساسِ کمتری ہے جو تحت الشعور میں جاگزیں ہے، یا کتاب وسنت میں درک وبصیرت کے فقدان کا ایک ردّعمل ہے جو اس شکل میں ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔ [۴۴]
اور اس ’جہادِ اکبر‘ کے لئے اس ادارے نے جو اسلحہ فراہم کررکھے ہیں، وہ ذاتی پرخاش، آتش حسد، گندگیاں اُچھالنے کی فن کاری، تضلیل وتحقیر، تضحیک واستہزا، کذب وافترا، اتہام ودشنام طرازی اور اقتدارِ وقت کو اُکسا کر، جبر وتشدد پرآمادہ کرنے کی سعی جیسے ’قرآنی‘ حربے ہیں۔“ [۴۵]

---

[۴۴] فتنۂ انکار حدیث کا منظر وپس منظر، حصہ سوم، ص ۲۹

[۴۵] فتنۂ انکار حدیث کا منظر وپس منظر، حصہ سوم، ص ۲۸

www.KitaboSunnat.com